محمدیوں اور عیسائیوں وغیرہ اہل مذاہب کے باہمی مباحثات

کے

اصول و مقدمات

عیسائی وغیرہ صاحبان وقتاً فوقتاً محمدیوں سے مباحثہ کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات مباحثے وقوع میں آتے ہیں۔ مگر کبھی نتیجہ قطعی اور رافع نزاع نہیں نکلتا۔ جس کی وجہ یہ خیال میں آئی ہے۔ کہ وہ مباحثات بلا تمہید و تسلیم اصول و مقدمات وقوع میں آئی ہیں۔ لہذا خاکسار چند اصول و مقدمات کی تمہید کرتا ہے جو مذہب عیسائی وغیرہ میں بھی مسلم ہیں یا تسلیم کرنیکے لایق ہیں۔ اُن اصول و مقدمات کی پابندی سے مباحثہ ہو تو اُمید ہے کہ نتیجہ قطعی اور رافع نزاع نکلے۔ انشاءاللہ تعالیٰ کسی صاحب کو کسی اصل مین نزاع ہو تو وہ قبل از مباحثہ اِس نزاع کا اظہار کرے اثناء مباحثہ میں اِس نزاع کو سُنا نہ جائے گا۔ وہ مقدمات و اصول یہ ہیں۔

(۱) اشیائے موجودہ کے حقایق واقعی ہیں۔ خیالی یا وہمی نہیں ہیں۔

(۲) ان اشیاء کا علم ہم کو حاصل ہے۔ از انجملہ بعض اشیاء کو ہم بداہتہ جانتے ہیں۔ (جن کو بدیہی کہتے ہیں۔) بعض کو نظر و فکر سے (جن کو نظری کہتے ہیں۔)

(۳) علم اشیاء کے عام اسباب یا طریق صرف تین ہیں۔ (۱) حواس صحیحہ۔

(۲) عقل سلیم۔ (۳) خبر صادق۔

(۴) یہ تینوں گو محل خطا و غلطی ہیں۔ مگر اُن کے لئے خطا و غلطی سے بچانیوالے اور مددگار ہیں۔ (مثلاً آنکھ کیلئے خوردبین یا دوربین۔ اور عقل کے لئے تجربہ و مشاہدہ اور خبر کے لئے قرائن۔) جنکی مدد سے ہم غلطی و خطا سے بچ سکتے ہیں۔ اور یہ یقین یا ظن قریب بہ یقین کرسکتے کہ ہم مطلوب کو پہونچے۔ اور اگر ہم ان تینوں میں سے کسی سبب یا وسیلہ سے کام نہ لیں تو پھر ہمارے لئے علم حقایق اشیاء کا عام سبب کوئی نہیں ہے۔ جو ہر شخص کو ہر چیز کے علم تک پہنچا سکے۔

(۵) موجودات میں ایسی چیزیں بھی جن کو نہ حواس پہونچتے ہیں۔ اور نہ حواس کے ذریعہ عقل انسانی۔ اور نہ وہ خبر جس کا مستند و مبنی عقل و حواس ہوں اُنکے علم کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔ اور اس کا ذریعہ ایک خاص اعلام الٰہی ہے جس کو مذہب میں الہام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو ان تینوں اسباب مذکورہ بالا سے مغایرت رکھتا ہے۔ مگر یہ عام سبب علم نہیں۔ بلکہ خاص اُس شخص کے لئے ہے جس کو الہام ہو یا جو اُس کو ملہم مان لے۔ اور اس ذریعہ کی صحت منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ اُن عام اسباب کا مخالف نہ ہو۔ اور جو بات اس الہام سے بتائی گئی ہو وہ عقل[۱] و حواس[۲] و خبر صادق[۳] کے مخالف نہ ہو یعنے عقل و حواس و خبر صادق کے حکم سے باطل و محال نہ ہو جس کی تشریح اصول نمبر ۹ و ۱۰ میں ہوگی۔

(۶) منجملہ تین عام اسباب علم کے عقل صرف کسی چیز ضرورت یا امتناع یا امکان جس کی تشریح اصول ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ میں ہوگی۔ ثابت کرسکتی ہے۔ اسکا وجود فعلی ثابت کرنا عقل کا کام نہیں ہے۔ یہ کام حواس یا خبر کا ہے۔ یا اس خاص سبب علم کا جس کو الہام کہا جاتا ہے۔ مگر اسی خصوصیت اور اسی شرط سے جو اصل نمبر ۵

میں بیان ہو چکی ہے۔

(۷) اشیار جنکا علم ہمکو حاصل ہے دو قسم ہیں (۱) قائم بذات خود (جیسے اجسام ہیں) جن کو جواہر کہتے ہیں۔ (۲) قائم بغیر (جیسے جسموں کی رنگت ہے) جن کو ہم اعراض کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(۸) جوہر دو قسم ہیں۔ (۱) مجرد جیسے روح (یا نفس) (۲) مادی (جیسے جسم)

(۹) جسم جن اجزا سے مرکب ہے ہیولی۔ (مادہ) وصورت ہو۔ خواہ اجزاء لاتتجزئے وہ جواہر ہیں نہ اعراض۔

(۱۰) جن جواہر کو ہم کبھی موجود دیکھتے ہیں کبھی معدوم اُن کے وجود وعدم کو ہم اُن کی ذات کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ اور صاف یقین کرتے ہیں کہ اُن کی ذات نہ اُن کے وجود کا تقاضا کرتی ہے۔ نہ عدم کا۔ (کیونکہ اگر اُن کی ذات مقتضی وجود ہوتی تو وہ کبھی معدوم نہوتی۔ اور اگر تقاضا عدم کرتی تو وہ کبھی وجود میں نہ آتی) ایسے جواہر کو ہم ممکن (بمعنا امکان خاص) کہتے ہیں۔

(۱۱) موجودات کے مقابلہ میں ہم ایسے خیالی یا وہمی مفہومات پاتے ہیں۔ جن کی ذہنی یا خیالی ذات کے لئے عدم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے وجود میں آنے کو محال و ناجائز جانتے ہیں۔ (جیسے اجتماع النقیضین یا ارتفاع النقیضین) ایسے مفہوم کو ہم ممتنع الوجود کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

(۱۲) موجودات کو ہم بعد العدم موجود دیکھتے ہیں۔ تو اس سے ہم کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ انکو وجود دینے والی نہ تو کوئی ایسی ذات ہے جس کا وجود میں آنا محال و ممتنع ہو۔ (کیونکہ جو چیز خود صالح وجود نہ ہو وہ غیر کو وجود کیونکر دیسکتی ہے۔) اور نہ ایسی ذات ہے جس کا وجود ضروری و ذاتی نہو۔ اور وہ اپنے وجود میں محتاج غیر ہو۔ کیونکہ جو چیز اپنے وجود میں محتاج غیر ہو وہ دوسرے کو موجود

نہیں دے سکتی۔ ایسے ہی چیز موجودات کو وجود دینے والی ہوتی تو موجوداتِ عالم وجود میں نہ آتے۔ نہ اس کی احتیاج رفع ہوتی۔ نہ وہ احتیاج غیر کو رفع کرسکتی۔ بلکہ اس کو وجود دینے والی کوئی ایسی ذات ہونی چاہیئے جس کا وجود ضروری ہو اور وہ غیر سے حاصل و مستفاد نہ ہو۔ اپنی ہی ذات سے ہو۔ ایسی ذات کو ہم واجب الوجود کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مختلف اہل مذاہب کی زبانوں میں اُس کو اللہ تعالےٰ یا خدا یا گاڈ وغیرہ کہتے ہیں۔

(۱۳) اِن تینوں (ممکن۔ واجب۔ ممتنع) کے مفاہیم و مصادیق میں ہم نسبت تناقض و تضاد پاتے ہیں۔ جو چیز ممکن الوجود (بامکان خاص) ہے وہ ممتنع الوجود نہیں۔ اور نہ ممتنع الوجود (بامکان خاص) ممکن ہے۔ اور جو چیز ممتنع ہے وہ نہ ممکن ہے نہ واجب اور جو واجب الوجود ہے۔ وہ نہ ممکن ہے نہ ممتنع

(۱۴) ممتنع الوجود اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔ اوّل باطل الحقیقت معلوم البطلان ہے جس کی حقیقت و مفہوم کو عقل نے بخوبی سمجھ لیا۔ اور اُس کی تہ کو پہونچکر اُس کو باطل و ناممکن الوقوع قرار دیا ہے۔ اور ثانی صرف نامعلوم الحقیقت والکیفیت ہے۔ اور عقل ہنوز اس کی حقیقت وکُنہ و کیفیت تک پہونچی ہی نہیں۔ اور اس وجہ سے اس پر بطلان کا حکم نہیں لگاتی۔ بلکہ جائز رکھتی ہے کہ وہ ممکن الوجود ہو۔ یا اس سے بڑھکر واجب الوجود۔

(۱۵) خدا کی ذات و صفات مجہول الکنہ اور واجب الوجود ہیں نہ محال و ممتنع الوجود چنانچہ مقدمہ ۱۲ و ۱۳ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور مقدمات آئندہ سے ثابت ہوگا۔

(۱۶) جن چیزوں میں انفصال حقیقی ہوتا ہے (جیسے عدد کے زوج اور فرد ہونے میں ہے۔) ان کا ایک محل میں جمع ہونا یا ایک محل سے مرتفع ہونا

محال ہے۔ مجہول الکنہ نہیں ہے۔

(۱۷) خدا تعالےٰ کی ذات بجمیع صفات کمال (جن کو عقل خدا تعالےٰ کے لئے ضروری سمجھتی ہیں۔ اور مذاہب حقہ نے اُن کے وجود و ثبوت کی خبر دی ہے) واجب الوجود ہے۔ لہذا وہ کسی صفت میں امکان خاص سے موصوف نہیں ہو سکتی جیسے کہ امتناع سے موصوف نہیں ہوتی۔ اس کی ذات یا کسی صفت کو ممکن کہنا ایسا ہے جیسے اس کو ممتنع کہنا جو اس کے وجوب وجود کے منافی اور اس کی ضد ہے۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کی نسبت از خود صفات تجویز کر کے یہ کہدیتے ہیں۔ کہ ممکن ہے خدا تعالےٰ ایسا ہو وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ امکان ممکنات کی صفت ہے نہ خدا تعالےٰ کی جو واجب الوجود ہے۔

(۱۸) خدا تعالےٰ جملہ صفات ممکنات سے (جو لوازم امکان ہیں) منزہ و مقدس ہے۔ وہ کسی صفت کا صفات ممکنات موصوف نہیں ہوتا۔ اور جن صفات کا بحکم عقل یا بہدایت مذاہب اس پر اطلاق کیا جاتا کہ مثلاً وہ خالق ہے۔ یا بولنے سُننے والا یا محبت یا غصہ کرنے والا ان صفات کو صفات ممکنات سے صرف لفظی مشارکت ہے۔ یا لوازم و نتائج میں مشابہت نہ حقیقت میں مشارکت۔ یا اصلی مماثلت۔ جو لوگ خدا کی صفات کو صفات ممکنات کی حقیقت میں مشارک و مماثل سمجھتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کو ممکن و مخلوق بتاتے ہیں۔

(۱۹) تجزی (ذہنی یا خارجی (اجزاء کیطرف منقسم ہونا۔ یا کسی متجزی شے کا جزو بننا امکان کے لوازم و خواص سے ہے۔

(۲۰) مطلق احتیاج و افتقار امکان کے صفات و لوازم سے ہیں۔

(۲۱) مکان یا زمان میں متحیز و محدود ہونا (جو ہم اجسام میں مشاہدہ کرتے ہیں) امکان کے صفات و لوازم سے ہے۔

(۲۲) کسی امر کا صرف ممکن ہونا اس کے موجود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُسکے وجود پر کوئی دلیل قایم نہ ہو۔

(۲۳) کسی مذہبی مسئلہ یا عقیدہ کو مجہول الکنہ ممکن الوجود قرار دینے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مسئلہ یا عقیدہ اس مذہب میں صاف وصریح طور پر وارد ہو۔ اس میں تعمق نظر اور فکر کی ضرورت نہ ہو۔ اور یہ جایز نہیں کہ ایک مسئلہ یا عقیدہ کوئی شخص کسی مذہب سے اپنے فہم واجتہاد واستنباط کے ساتھ نکالے۔ اور پھر اُس کو مجہول الکنہ قرار دے۔

(۲۴) متشابہات مذاہب بانی مذہب کے صریح نصوص ہوتے ہیں۔ نہ اجتہادات علمار مذاہب۔ ۲۵۔ جزء کے عدم سے کل معدوم ہو جاتا ہے۔

اِن اُصول ومقدمات کی اشاعت واشتہار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خاکسار کو بعض مسایل میں اشخاص مذاہب غیر سے گفتگو کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو ان اصول سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو اثنار گفتگو میں ان اُصول کا سمجھانا۔ اور اُن سے تسلیم کرانا مشکل ہو جاتا ہے۔

لہذا ان اصول ومقدمات کو عام طور پر مشتہر کیا جاتا ہے۔ اعیان اشخاص مذاہب غیر سے جو لوگ خاکسار یا اور اہل اسلام سے مباحثہ کا شوق رکھیں اور قصد کریں وہ پہلے ان اصول کے تسلیم وعدم تسلیم سے خاکسار کو یا اور شخص کو جو ان اصول کی پابندی سے گفتگو کرنا چاہے۔ اطلاع دیں۔ اور در صورت عدم تسلیم کسی اصل کے متعلق مذکورہ پہلے اس اصل میں بحث کر لیں۔ اور جو صاحب کسی اصل کا مطلب نہ سمجھیں (اور اسی امر کی محض انگریزی خوانوں سے توقع ہے) وہ اس اصل کا مطلب خاکسار یا دیگر علمائے اسلام سے جو مشرقی منطق وفلسفہ وامور عامہ میں دخل رکھتے ہوں اس کا مطلب سمجھ لیں۔